قومی صحت کے لئے فنڈز

کفرستان بنا کے چھوڑا

پرہیز۔۔۔آخر کیسے

حکیم ضیاء الرحمٰن (جون 1996ء)

قومی صحت کے لئے فنڈز

گذشتہ دنوں قومی طبی کونسل کے صدر پروفیسر حکیم محمد اقبال شاہد ملتان تشریف لائے۔ دیسی جڑی بوٹیوں پر تحقیق و ریسرچ کے مسئلہ پر ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا کہ پاکستان میں طب یونانی کے حوالے سے تحقیق و ریسرچ کا معاملہ بہت نازک ہے۔ پاکستان میں صرف دو ایسے ادارے اس مقصد کے لئے قائم ہیں لیکن وہ بھی آئے دن فنڈز کی کم یابی کا شکار رہونے کی وجہ سے آج تک کوئی قابلِ ذکر تحقیقی کام انجام نہیں دے پائے جسے ہم فخر سے اپنے ملک کے کھاتے میں ڈال سکیں۔ پروفیسر حکیم محمد اقبال شاہد صاحب نے فنڈز کی عدم دستیابی کی طرف جو کھلا اور واشگاف اشارہ دیا ہے وہ اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ آئندہ ماہ آنے والے قومی بجٹ میں تحقیق و ریسرچ کے لئے معقول فنڈز کے حصول کے لئے جدوجہد کو نہ صرف تیز تر کیا جائے بلکہ غیر ملکی دواساز ادارے جو پاکستان میں سرمایا کاری کرتے ہیں انہیں پابند کیا جائے کہ وہ اپنے اداروں میں تحقیقی کام بھی کریں۔ یہ ادارے پاکستان سے دولت سمیٹ کر پاکستان سے باہر تو بھجوا دیتے ہیں مگر پاکستان میں نہ تو تحقیقی ادارے قائم کرتے ہیں اور نہ صحت عامہ سے ان کو کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اور ان غیر ملکی اداروں ہی کی مخصوص پالیسیوں کی وجہ سے آج تک بنیادی دواسازی کی طرح نہیں پڑسکی۔ اس جرم میں صرف غیر ملکی دواساز کمپنیاں ہی شریک نہیں ہیں بلکہ خود ہمارے ملک کے عمال صحت بھی برابر کے شریک ہیں۔ اگر ہماری وزارت صحت اور پالیسی ساز ادارے محتاط ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان بڑے بڑے غیر ملکی دواساز اداروں سے تحقیقی طب میں مدد نہ لی جاسکے۔ اس کی نشاندہی نشتر میڈیکل کالج کے پروفیسر آف میڈیسن اور ملک کی معروف طبی شخصیت ڈاکٹر نور احمد نور نے بھی ضیاء الحکمت کے ایک سوال کے جواب میں کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں کنٹرولنگ اتھارٹی نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملک داوساز کمپنیاں اپنے اپنے قوانین خود مرتب کرتی ہیں بلکہ ادویات کی بے محابا بڑھتی ہوئی قیمتوں میں بھی کنٹرولنگ اتھارٹی کے عدم دلچسپی کا عمل دخل ہے۔ پچاس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود صورت حال یہ ہے کہ طب مغربی کی تمام تر دوائیں (خام مال) باہر سے آتی ہیں۔ اور پاکستان میں ان کو مرکب کر کے پیک کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان کے منصوبہ صحت کا یہ ایک بڑا تاریک پہلو ہے۔ اور طب مغربی جس پر ہماری وزارت صحت پاکستان دل و جان سے فدا ہے۔ ادویہ کے اجزائے خام مال کے لئے مکمل طور پر غیر ملکی دواساز اداروں کے رحم و کرم پر ہیں جبکہ ہمارے ہمسایہ ممالک بھارت اور چین وغیرہ اس معاملہ میں خاصے محتاط اور خالصتاً عوام و قومی و مفادات کو مدنظر رکھ کر اپنے منصوبہ ہائے صحت ترتیب دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک کی ادویات نہ صرف معیاری اور ان ممالک کی آب و ہوا اور رہن سہن سے ہم آہنگ ہیں۔ بلکہ غریب قوم کی قوت خرید کے مطابق ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ۹۷۔۱۹۹۶ کا بجٹ بناتے وقت قومی صحت کی ضروریات کو مدنظر رکھا جائے اور نہ صرف صحت کے شعبہ میں فنڈز بڑھائے جائیں بلکہ ادویات کے لئے خام مال ملک کے اندر ہی تیار کرنے کے لئے ریسرچ سنٹرز اور لیبارٹریاں قائم کی جائیں۔ ہم حکومت کے ساتھ ساتھ قومی طبی کونسل کے عہدیداران سے عرض گزار ہیں۔ کہ وہ اس سلسلے میں اپنی تمام توانائیاں اور بھرپور کوششوں کو بروئے کار لاکر قومی صحت کی بگڑتی ہوئی صورت حالات کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کریں۔

کفرستان بنا کے چھوڑا

قوم نے تحریک پاکستان میں جو قربانیاں دیں وہ لکھنے بیٹھیں تو ہزاروں لاکھوں اوراق بھی کم پڑ جائیں گے۔ اتنی بڑی کامیابی اتنے قلیل وقت میں صرف اس لئے ممکن ہوئی تھی کہ قیادت مخلص بے لوث دیانتدار اور خوددار تھی۔ اللہ ایک رسول ﷺ ایک قرآن ایک ہونے کے ناطے پوری قوم بھی ایک تھی۔ اور قوم کا نعرہ لے کے رہیں گے پاکستان بھی ایک تھا۔ یہ ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک عہد تھا جو ہم نے اللہ پاک سے باندھا تھا کہ ہم پاکستان میں قرآن کا آئین نافذ کریں گے۔ اللہ کی حکمرانی قائم کریں گے اس نعرہ کے دوران ایسے علماء دین بھی تھے جو ہندو کی بولی بول کر اپنے لئے جائے پناہ اور جان کے تحفظ کا سامان کرنے میں مصروف تھے۔ اور کچھ ایسے بھی تھے

جو تھے۔ تو بظاہر غیر جانبدار مگر پاکستان کو کفرستان اور قائداعظم کو فراڈ اعظم سمجھتے تھے۔ آج انہی علما اور ان کی اولادوں اور بالکوں نے قرآن پاک کے فرمان ولا تفرقوا کی نافرمانی کرتے ہوئے پوری قوم کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے اور امت رسول ﷺ میں نفرت اور حقارت پیدا کر کے خونی دشمنی کی بنیاد رکھ دی ہے۔

کسی نے قائداعظم مرحوم سے ۲۳ مارچ کے حوالے سے بات کی تو انہوں نے کہا تھا ''مارچ کا مطلب ہے بڑھتے چلو'' اور پھر جب قوم قائداعظم کی قیادت میں چل پڑی تب جان و مال کی قربانیاں اور لہو کے نذرانے دے کر جاگیرداروں، وڈیروں اور گاندھی جی کے ساتھ علماء کی رفاقت کی مدد کے بغیر برصغیر کو تقسیم کروا کے اپنے لئے علیحدہ مملکت حاصل کر لی۔ پھر ہوا یوں کہ قائداعظم نہ رہے ان کی آنکھیں بند ہونے کی دیر تھی کہ اس کے بعد آنے والی قیادت نے قوم کو پیچھے کی طرف مارچ کرا دی۔ گاندھی جی کے ساتھی علما نے بھی سیاسی بازی گری کے لبادے اوڑھ لئے۔ جنہوں نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اسے کفرستان قرار دے رکھا تھا انہیں پاکستان کے سوا بھلا کہاں پناہ مل سکتی تھی۔ یہ پاکستان میں آگئے اور پھر جب یہاں اقتدار کی سیاست چلی تو یہ علما سیاست میں آگئے اور ہر روز مختلف ناموں سے ایک نیا مذہبی سیاسی گروپ وجود میں آنے لگا۔ اور بالآخر انہوں نے پاکستان کو کفرستان بنا کے چھوڑا آج کا نوجوان جب سلامتی و محبت و پیار والے اس دین کی درگت ان علما کے ہاتھوں بنتے دیکھتا ہے تو اسے کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ وہ تو سیدھا سادا مسلمان رہنا چاہتا ہے۔ دین اسلام کے اتنے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے یہ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔ ہوس اقتدار نے آج کے مولانا کو اتنا پاگل اور اندھا بنا سکتی ہے۔ یہ تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اس کے خیال میں عالم دین کا تصور یہ تو نہیں تھا کہ مولانا پیجیرو پر سوار کلاشنکوف بردار محافظوں کے جلو میں جلسہ عام میں جا رہے ہیں۔ اور پھر جلسہ عام میں مخالف مسلک کے لوگوں کو کافر قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے میں چتے رہنے کے بعد رات کو اپنے بالکوں کے ہاتھوں مسجد میں بم دھما کہ کروا کے مزے کی نیند سو جاتے ہیں۔ ملک میں علماء بنانے کی بے شمار فیکٹریاں کھل گئی ہیں جہاں معصوم ذہنوں کے دوسرے مسالک کے خلاف مسموم کیا جاتا ہے ان کے معصوم ذہنوں کو اتنا پختہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے علاوہ کسی بھی دوسرے فرد کو کافر خیال کرنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں پر حلم و بردباری کے حسن کے بجائے وحشیانہ پن جھلکتا نظر آتا ہے۔ ایسے خوفناک چہروں والے نام نہاد علمائے دین کو دیکھ کر انکی نفرت بھری تقریریں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے دیکھ کر آج کا نوجوان مذہب سے فرار کے سوا کیا سوچ سکتا ہے بھلا۔

اے علما کرام یاد رکھئے۔ دربار خداوندی جب سجے گا تو سب سے زیادہ باز پرس آپ سے ہوگی۔ تب آپ کیا کریں گے جب کوئی محافظ کوئی پجیرو اور نہ آپ کی چرب زبانی اور بالکے آپ کے کام آسکیں گے۔ انگریز کی گود اور گاندھی جی کے چرن بھی نہیں ہوں گے۔ وہاں آپ سے صرف ایک سوال کیا جائے گا ''جس دین کی حفاظت کا عودہ کر کے آپ نے دین اسلام کا علم حاصل کیا تھا کیا آپ نے وہ فریضہ عظیم ادا کیا'' اللہ تعالیٰ کے فرمان ''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو''۔ اے علماء کرام اے ممبر رسول ﷺ کی وراثت کے دعویدار و آپ نے تو تحریک پاکستان کے دوران نہ صرف اپنے آپ کو قوم سے الگ کر لیا تھا بلکہ نیشنلسٹ علماء کے نام سے اس تحریک کے مخالف کیمپ میں چلے گئے تھے۔ اب دردناک انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کو توڑنے کے مرتکب ہو چکے ہیں کہ ''اور جو شخص (مسلمان) سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کے رستے سے ہٹ کر کسی اور رستے پر چلے تو جدھر چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیتے ہیں اور اسے جہنم میں داخل کریں گے'' سورۃ النساء۔

پرہیز۔۔۔۔ آخر کیسے؟

جب بھی کوئی مریض معالج کے پاس علاج کے لئے جاتا ہے تو معالج اپنی روایت اور ضرورت علاج کے تحت پرہیز علاج سے بہتر ہے کا درس ضرور دیتا ہے۔ جبکہ حکیم یا ڈاکٹر کو خود یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو دوا ہم مریض کو دے رہے ہیں وہ بھی خالص ہے یا نہیں۔ اور بے چارہ مریض یہ سوچتا دواخانے سے گھر لوٹ آتا ہے کہ آخر میں پرہیز کیسے کروں۔۔۔! جبکہ صحت کو قائم رکھنے کے لئے تمام انتہائی ضروری اشیاء کو ملاوٹ کرنے والوں نے اس قدر زہریلا بنا رکھا ہے کہ کوئی کہاں تک بچ سکتا ہے۔

موجودہ دور کے زیادہ تر امراض اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کی پیدا کردہ ہیں مضر صحت اور ملاوٹ شدہ خوراک کی بدولت سینے اور پیٹ کے امراض وبائی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ پیٹ کی خرابی سے دیگر بے شمار امراض بڑھ رہے ہیں سر بوجھل، کسلمندی، مزاج کی خرابی، دل پر ہمہ وقت گھبراہٹ کا غلبہ، بلند فشار خون جیسے امراض کے پیچھے اسی ملاوٹ شدہ گھی اور آٹے کا ہاتھ ہوتا ہے جو آج کل لوگوں کو کھلایا جا رہا ہے۔

گندم ہماری بنیادی غذا ہے۔ صرف یہ غذا ہمیں اگر خالص مل جائے تو لوگوں میں توانائی پیدا ہو سکتی ہے۔ غریب آدمی تو صرف روٹی پر زندہ رہتا ہے۔ دودھ، مکھن، انڈے، گوشت اور پھل کے تو وہ صرف خواب ہی دیکھ سکتا ہے۔ مگر گندم کے دھوکے میں اسے ریت مٹی اور کیڑے مکوڑے کھلائے جا رہے ہیں۔ یہ زہریلا آٹا بھی غریب آدمی کو بڑے مہنگے داموں ملتا ہے اور جب وہ یہ آٹا کھاتا ہے تو یہ آٹا کھانے کے بعد بچی کھچی آمدنی ڈاکٹروں اور حکیموں کی نذر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن صحت یاب پھر بھی نہیں ہو پاتا اس طرح مختلف امراض کا شکار ہو کر لوگ وقت سے پہلے بوڑھے ہو کر مر رہے ہیں۔ یا پھر سسک سسک کر جینے پر مجبور ہیں۔

اسی طرح چینی اشیائے خوردنی کا ایک ضروری جزو ہے اس میں کھاد کی ملاوٹ نے معدے، جگر اور گردوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور اس زہریلی چینی کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اسی طرح دوسری ضروریات زندگی میں ملاوٹ نے غریب آدمی کی زندگی اجیرن کر کے بنا کر رکھ دی ہے۔ وہ کہاں تک کیسے اور کس کس چیز سے پرہیز کرے۔۔۔ وہ کیسے جئے پاکستان میں زہریلی ملاوٹ شدہ غذاؤں نے قومی صحت کو اس حد تک تباہ کر دیا ہے کہ پورا ملک بیمار نظر آنے لگا ہے۔ اور ایسے میں ہر فرد یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ (۱) حکومت کو عوام کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ (۲) حکومت یہی چاہتی ہے کہ قوم بیماریوں میں گھر کر اس طرح مردہ اور نڈھال ہو جائیں کہ لوگ ہمارے کارنامے سمجھنے اور دیکھنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری سرکاری مشینری میں وہ محکمہ ہی نہیں جو اشیائے خورد و نوش کا معائنہ کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ محکمہ تو موجود ہے لیکن رشوت نے اس محکمہ کو عضو معطل بنا کر رکھ دیا ہے۔ مارکیٹ سے جب، گندم، مرچ، مصالحہ جات گھی چائے، دودھ چینی بنیادی غذائیں ہی ملاوٹ شدہ ملیں گی تو مریض تو مریض کوئی تندرست شخص بھی آخر کب تک جئے گا۔ پرہیز تو بہت دور کی اور ناممکن سی بات ہے۔ ملاوٹ بالکل اس نوعیت کا جرم ہے جیسے کوئی آدمی دوسرے کو قتل کے ارادے سے زہر دیتا رہے۔ ایک زہر فوراً جان لے لیتا ہے دوسرا آہستہ آہستہ۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ کا یہ زہر دوسری قسم کا ہے اور یہ ارادہ قتل کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن جس ملک میں تاج و تخت کے لئے ہر لمحہ جنگ جاری رہے وہاں قومی صحت جیسی فضولیات پر توجہ دینے اور وقت ضائع کرنے کی زحمت کون کرے گا۔

جان لیوا تھا قفس میں آشیانے کا خیال

اب چمن بھی ناموافق ہے یہاں کیونکر رہوں؟

☆☆☆☆☆☆